Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا تعارف اور ان کی علمی خدمات کا تعارفی جائزہ

An introduction to Qazi Sanaullah Panipati and an introductory review of his Scholarly Services

Farzana Ghani
M.Phil Scholar
Department of Islamic Studies,
Institute of Southern Punjab, Multan , Punjab, Pakistan
Email: makhtarlqp@gmail.com

Abstract:
The Holy Quran is not only a miracle in every respect, but it is also the source of knowledge and wisdom and the light of guidance. And it fascinates the seekers of knowledge so much that all the spiritual and social orders of the universe from eternity to eternity appear in front of the diver in the deep sea of knowledge and wisdom. And the direct communication between the slave and the god starts and the divers in this boundless sea according to their self-perception and status not only deal with the great thirst for knowledge and wisdom. Rather, they fill their own pockets with precious pearls and bring back the treasures of knowledge and water the thirsty souls. Therefore, this book of instruction is closely related to our life. And each letter of this book is a beacon and capital for our survival. With the help of which we can brighten up all the aspects of our life with beauty and elegance and beautify our rear and the hereafter and be proud in front of our real creator and chief of the two worlds.
The theologians have looked at it from different angles and the researchers have performed the duty of serving the Holy Qur'an in different ways and all the scholars and pundits have written naked on the pages separately and in their own beautiful ways.
Many interpretations of the Holy Quran were written, of which three are of great importance in the Indian sub-continent. The author of which is Qazi Sanaullah Panipati.
The interpretations of the commentators are very sedative and important in their own place. And the seekers of knowledge and wisdom of the Muhammadan Ummah dived well and took out the diamonds of knowledge and wisdom and shared them among the people and also benefited themselves. The main question of this subject is to find out what evidences and proofs have been used by Sahib Tafsir Mozahari and what is the style of their explanation and whose opinion of the jurists he prefers or does his own ijtihad.
KeyWords: Qazi Sanaullah, Qur'an, Human, explanation, ijtihad, Positive Manner, Eloquence, evidences

ولادت:

قاضی صاحب کے اکثر سوانح نگاروں نے ان کی تاریخ پیدائش کے مسئلے کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔

"معارف" اعظم گڑھ کے مقالہ نگار محمد فاروق بہڑاپچی کی ہے۔ کہ انہوں نے تاریخ پیدائش کے تعین میں عمدہ کاوش کی ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ

"حضرت قاضی صاحب ایک مکتوب میں جس کو آپ نے اہلیہ محترمہ حضرت مولانا نعیم اللہ بہڑاپچی کو تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس وقت میری عمر ۱۱ سال ہے۔ یہ مکتوب ۱۲۱۸ اور ۱۲۲۶ھ کے مابین لکھا گیا۔ کیونکہ ۱۲۱۸ تاریخ وصال شاہ نعیم اللہ ہے۔ اور ۱۲۲۶ھ آپکی تاریخ وفات ہے۔ اس حساب سے آپکی پیدائش ۱۱۲۰ اور ۱۱۴۷ھ کے درمیان ہوئی "۔(۱)

نام:

یہاں یہ قابل امر ذکر ہے۔ کہ اکثر سوانح نگاروں نے قاضی صاحب کا نام محض ثناءاللہ لکھا ہے۔اسی طرح معمولات مظہریہ کے لیے قاضی صاحب نے جو تحریر دی اس میں تحریر ہے کہ

فقیر محمد ثناءاللہ در پانی پت بود(۲)

علاوہ ازیں ان کے تمام قلمی مکتوبات (مندرجہ بشارت مظہریہ)اور نسب ناموں میں اسی طرح ان کا نام لکھا گیا ہے۔

لقب:

قاضی صاحب کے معاصر اور صدر نشیں بزم علم عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۳ھ / ۱۸۲۳ء) نے ان کو بیہقی وقت کا اور تاجدار خانقاہ مجددیہ حضرت مظہر نے "علم الہدیٰ" کا لقب عنایت فرمایا۔

بعض اوقات قاضی صاحب کے استاد و مربی حضرت مظہر جان جاناں اور انکے بے تکلف رفقا ان کو ثناء اللہ کی بجائے "سنا اللہ" (اللہ تعالیٰ کی چمک) بھی لکھتے ہیں۔ (۳)

جس سے غالباً ان کے روحانی مرتبے اور مقام کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

نسب:

قاضی صاحب کے جدی نسب نامے کو ابداً دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف:

حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء سے حضرت عثمان غنی تک۔

ب:

حضرت قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتی سے حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء عثمانی سے حضرت عثمان غنی تک کا ہے۔کافی حد تک مشہور ہے۔ اور متعدد کتابوں، مثلاً الہ دیا عثمان کی سیر الاقطاب (۴)

عبد الستار بیگ کی مسالک السالکین، مولانا محمد میاں کی پانی پت اور بزرگان پانی پت وغیرہ میں بتفصیل مذکورہ ہے یہ سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔

مخدوم شیخ جلالدین

(۱)بن خواجہ محمود

(۲)بن خواجہ یعقوب

(۳)بن خواجہ عیسیٰ

(۴)بن خواجہ اسماعیل

(۵)بن خواجہ محمد

(۶)بن خواجہ عبد اللہ المعروف باابن ابی بکر

(۷)بن خواجہ علی

(۸)بن خواجہ عثمان

(۹)بن خواجہ عبد اللہ ثالث

(۱۰)بن خواجہ عبد الرحمن الکاذرونی

(۱۱)بن خواجہ عبد العزیز سرخسی

(۱۲)بن خواجہ خالد

(۱۳)بن خواجہ ولید

(۱۴)بن خواجہ عبد العزیز

(۱۵)بن خواجہ عبد الرحمن اکبر

(۱۶)بن خواجہ عبد اللہ ثانی (کذاء ثانی)

(۱۷)بن خواجہ عبد العزیز

(۱۸)بن خواجہ عبد اللہ کبیر

(۱۹)بن خواجہ عمر (کذاء عمرو)

(۲۰)بن امیر المؤمنین جامع القرآن سیدنا عثمان بن عفان

(۲۱)بن ابی العاص بن امیر بن عبد شمس۔

مخدوم شیخ جلال الدینؒ اور ہندستان کے خاندانی عثمانی کے اس سلسلہ نسب میں چند اور تحقیق طلب ہیں۔

سیاسی پس منظر:

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی کا عہد تقریباً ۸۰-۸۳ سالوں پر محیط ہے۔ہندوستان کی تاریخ کا یہ زمانہ سخت افراتفری اور کشمکش کا زمانہ تھا۔ قاضی صاحب نے جب ہوش کی آنکھیں کھولیں تو ہندستان پر محمد شاہ رنگیلے کی حکومت تھی اور مدت عمر پوری کر کے انتقال کیا تو اس وقت پنجاب اور بعض ساحلی علاقوں کے سوا تمام ہندوستان پر انگریزوں کا راج شروع ہو چکا تھا۔انہوں نے جس سیاسی ابتری کی حالت میں زندگی بسر کی اس کا اندازہ وصیت نامے کی حسب ذیل عبارت سے کیا جا سکتا ہے۔لکھتے ہیں۔

"فقیر پر تقصیر کہ جس نے زیادہ تر عمر زمانہ فاسد میں گزاری"۔(۵)

خاندانی پس منظر

والدین:

قاضی صاحب کی یہ بھی ایک بڑی سعادت تھی کہ قدرت نے ان کو تربیت کے لیے جس گھرانے میں پیدا کیا۔اس کے تمام افراد علمی اور اخلاقی روایتوں کے امین ہی نہیں بلکہ ان کے معلم بھی تھے۔ اور اس گھرانے میں علم اور دینوی وجاہت و شرافت کئی پشتوں سے متوارث تھی۔(۶)

اسی بنا پر قاضی صاحب کے والدین علم و فضل اور ورع و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔والد گرامی: ان کا نام قاضی محمد حبیب اللہ عثمانی ہے۔ان کے متعلق بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ جسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ قاضی صاحب کے زمانہ طفلی ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ تاہم متفرق ماخذ ہیں۔ان سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی صاحب کے والد گرامی اپنے زمانے کے ایک جید عالم دین اور صوفی کامل تھے۔ قاضی محمد حبیب اللہ پیدائش بارہویں صدی ہجری کے ابتدائی اور سترھویں عیسوی کے۔

ازواج واولاد اور مستفدین

ازواج:

قاضی صاحب نے مختلف اوقات میں دوشادیاں کیں۔

۱۔عجیبہ خانم (۷)

۲۔رابعہ خانم

۱۔عجیبہ خانم کھاتے پیتے گھرانے کی چشم وچراغ تھیں۔عجیبہ خانم کا نکاح قاضی صاحب سے اوائل عمری میں (غالباً ۱۱۶۶ھ/ ۱۷۵۳ء) سے قبل ہو گیا تھا۔ (۸)

عجیبہ خانم پڑھی لکھی اور سمجھ دار خاتون تھیں۔وہ بھی حضرت مظہر سے بیعت تھیں اور ان کی مرزا مظہر اور ان کی اہلیہ سے براہ راست خط وکتابت رہتی تھی۔حضرت مظہر کو ان کے حال پر بھی خصوصی شفقت تھی۔وہ انہیں اپنی بیٹی (فرزند) سمجھتے تھے۔ (۹)

عجیبہ خانم سے قاضی صاحب کی متعدد اولادیں ہوئیں۔ان کی تاریخ وفات کا کچھ پتہ نہیں چلتا اس بناء پر گمان ہوتا ہے کہ شاید ان کا انتقال قاضی صاحب کی وفات سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔

۲۔رابعہ خانم (۱۰) کو بھی حضرت مظہر ان کو بھی اپنے خطوط میں سلام لکھتے اور ان کی خیر وعافیت دریافت کرتے تھے۔تاہم گھریلو زندگی میں قاضی صاحب کے ساتھ ان کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے،ان کی وفات بھی غالباً قاضی صاحب کی وفات سے قبل ہو چکی تھی۔

اولاد :

قاضی صاحب کی دونوں بیویاں صاحب اولاد تھیں۔

سید نعیم اللہ بہڑائچی کے مطابق عجیبہ خانم سے ۱۔قاضی احمد اللہ ۲۔مولوی دلیل اللہ ۳۔مولوی حجۃ اللہ ۴۔سعید النساء ۵۔نشاط النساء

رابعہ خانم سے ۱۔صبغۃ اللہ اور ایک بیٹی کی ولادت ہوئی۔ (۱۱)

۱۔قاضی احمد اللہ:

(نواح ۱۱۶۸ھ/ ۱۷۵۵ء--۱۱۹۷ھ/ ۱۷۸۲ء) یہ قاضی صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔ان کا نکاح قاضی صاحب نے اپنے مرحوم بھائی قاضی فضل اللہ کی صاحبزادی لطف النساء سے کیا تھا۔شاہ غلام علی دہلوی فرماتے ہیں۔

وہ بڑے شجاع تھے۔کفار کے ساتھ جہاد کر کے خدا کی راہ میں غازیوں کا درجہ حاصل کر لیا تھا (۱۲)

قاضی صاحب کو جس نوجوان سے مستقبل کی بہت سی توقعات وابستہ تھیں وہ عین عالم شباب یعنی تیس برس کی عمر میں داغ مفارقت دے گئے۔

۲۔محمد صبغۃ اللہ:

قاضی صاحب کے دوسرے فرزند مولوی محمد صبغۃ اللہ تھے۔انہوں نے بھی علوم ظاہری اپنے والد اور دیگر علماء سے حاصل کیے اور مراحل سلوک حضرت مظہر کی نگرانی میں طے کیے تھے۔(۱۳) ان کے ہاں دو اولادیں قمر النساء اور محمد احسن اللہ پیدا ہوئیں قاضی احمد اللہ کی طرح انہوں نے بھی عالم جوانی (یعنی 15 رمضان المبارک ۱۱۹۷ھ/ ۱۷۸۳ء) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۳۔سعید النساء :

یہ غالبا قاضی صاحب کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں حضرت مظہر انہیں بی بی سیدن کے نام سے دعا وسلام بھیجتے تھے۔ قاضی صاحب نے ان کا نکاح قاضی عبد الصمد بن قاضی فضل اللہ سے کیا تھا۔(14)

۴۔نشاط النساء یا نشاط بیگم:

یہ قاضی صاحب کی دوسری دختر تھیں۔ ان کو حضرت مظہر بی بی نشاطن کے نام سے دعا و سلام بھیجتے تھے(۱۵)ان کی شادی غلام شمس الدین عثمانی سے ہوئی تھی۔

۵۔محمد حجۃ اللہ :

یہ قاضی صاحب کے تیسرے بیٹے تھے اور غالباً صغر سنی میں فوت ہو گئے تھے(۱۶)

۶۔مولوی محمد دلیل اللہ :

یہ قاضی صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے چھوٹی نرینہ اولاد ہونے کی وجہ سے ان کی پرورش ناز و نعمت کے ماحول میں ہوئی۔ مولوی دلیل اللہ نے دو شادیاں کیں۔ ان کے ہاں مجموعی گیارہ اولادیں ہوئیں، اور ان سے قاضی صاحب کی نرینہ اولاد کا سلسلہ اب تک باقی ہے۔

۷۔دختر:

رابعہ خانم سے مولوی صبغۃ اللہ کے علاوہ ایک دختر بھی تھیں(۱۷) مگر انساب نگاران کا ذکر نہیں کرتے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ان کا اوائل عمری میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اختتامی عشرے میں، اورنگ زیب عالمگیر کے آخری زمانہ میں ہوئی۔

قاضی محمد حبیب اللہ مشہور قادری بزرگ "شیخ محمد عابد سنامی (م ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷) کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔بقول قاضی صاحب "قاضی(۱۸) محمد حبیب اللہ پہلے وہ شخص ہیں۔ جنہیں ان کے شیخ نے اجازت و خلافت دینے کے بعد توجہ دی۔

والدہ ماجدہ:

ان کی والدہ کا نام بادشاہ بیگم تھا۔ ایک ذی علم وذی وجاہت خاتون تھیں۔ قاضی صاحب کے استاد و مربی حضرت مرزا مظہر جان جاناں انہیں اپنے خطوط میں اکثر بیگی صاحب (۱۹) اور کبھی کبھی مہربان بیگم (۲۰) لکھتے تھے۔ مشہور مغلیہ سردار نواب لطف اللہ خاں کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی پیدائش و تربیت پانی پت میں ہوئی۔ ان کی وفات بھی دہلی میں ہوئی تھی۔ قاضی محمد حبیب اللہ سے ان کا نکاح کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا۔ (محض دو اولادیں تھیں) کہ وہ بیوہ ہو گئیں۔ مگر انہوں نے دوسرا نکاح کرنے کی بجائے خود کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے وقف کر دیا۔ پھر انہوں نے جس طرح اپنے دونوں فرزندوں کی تربیت کی۔ اس سے بھی ان کے علم و فضل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

برادر کبیر :

قاضی صاحب کے بھائی کا نام قاضی محمد فضل اللہ ہے۔ قاضی صاحب کی طبیعت کو بنانے اور سنوارنے میں والدین کے علاوہ جس ہستی نے اہم کردار ادا کیا۔ وہ قاضی صاحب کے برادر کلاں ہیں، قاضی محمد فضل اللہ کی پیدائش محمد شاہ رنگیلا کی حکومت کا ابتدائی عشرہ ہے۔ "طریقہ تصوف تو انہوں نے حضرت شیخ شامی سے سیکھا تھا۔ مگر استفادہ حضرت مظہر سے کیا اور ان کی توجہات سے اعلیٰ مقامات پر پہنچے۔ وہ کثیر الذکر اور اللہ تعالیٰ کی جانب دائم التوجہ تھے"(۲۱) قاضی محمد فضل اللہ نے ۱۱۶۰ اور ۱۱۷۴ (۱۷۴۷ اور ۱۷۶۰ء) کے مابین انتقال فرمایا۔ اور پانی پت میں اپنے اسلاف کے پہلو میں مدفن ہوئے۔

اولاد و احفاد:

قاضی صاحب کے برادر کبیر قاضی محمد فضل اللہ نے حسب ذیل اولادیں چھوڑیں۔

۱۔احترام النساء یا حیات النساء :

قاضی محمد ثناء اللہ کے بیٹے احمد اللہ کے عقد نکاح میں آئیں۔

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

۲۔ قاضی عبدالصمد :

جوان ہوئے تو ان کے نکاح میں قاضی ثناء اللہ کی بیٹی سعید النساء عرف سیدہ بیگم سے ہوا۔ (۲۲) اسی طرح برادر محترم کی دونوں نشانیوں کو اپنے صحن چمن میں سجالیا اور خود ان کی سر پرستی فرمائی۔

مکان :

قاضی ثناء اللہ کے والدین پانی پت کے محل قاضیاں میں سکونت پذیر تھے۔ ان کا آبائی مکان ایک قدیم طرز کی حویلی پر مشتمل تھا۔ جس میں بہت سے کمرے تھے اور جس میں خاندان آزادانہ طور پر رہ سکتے تھے۔ اس مکان میں قاضی صاحب کی ذاتی لائبریری یا کمرہ مطالعہ بھی ہوتا تھا۔

خاندان کی مالی حالت:۔(معاشی حالت)

کسی بھی شخصیت کے افکار و خیالات کے ارتقا میں اسکے "مالی حالات" بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی لیے شخصیات کے مطالعے میں اسکی بڑی اہمیت ہے۔

قاضی صاحب کے مالی حالات کے بارے میں مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ پانی پت کے ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے خاندان میں عہدہ قضاء دو پشتوں سے چلا آرہا تھا۔ اسی بناء پر ان کی خاندانی حالت مستحکم تھی۔ آبائی ورثے میں انہیں مکانات کے علاوہ پانی پت اور نواحی علاقوں میں زرخیز اراضی کے چند قطعات حاصل ہوئے تھے۔ جنکی پیداوار انہیں مالی بحران میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھتی تھی۔ مزید برآں خود قاضی صاحب نے بھی جائداد میں اضافہ کیا تھا۔

حضرت مظہر کے خطوط سے بھی پتہ چلتا ہے کہ پانی پت کے علاوہ خود دارلحکومت دہلی میں بھی قاضی ثناء اللہ کی کچھ جائداد بصورت حویلی و دکانات موجود تھیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے لکھا

"حویلی کا کرایہ سات، آٹھ روپے ارسال ہیں۔ (۲۳)

مستفیدین:

قاضی صاحب کی حیات طیبہ کے جو حقائق ابھی تک پوری طرح منظر عام پر نہیں آسکے ہیں۔ ان میں تلامذہ و مستفیدین کی تفصیلات بھی شامل ہیں۔ اگرچہ شاہ غلام علی دہلوی نے لکھا ہے۔

"بندہ نے ان کے مستفیدین کو دیکھا ہے حضور و جمعیت قلب مع اذواق بلکہ اس پر اضافی انوار بھی رکھتے ہیں۔ مختلف ذرائع سے جن مستفیدین کا پتہ چل سکا ہے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں

۱۔ پیر محمد ۲۔ سید محمد ۳۔ گھسیٹا ۴۔ اخوندزادہ ملا نسیم (م ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء)

۵۔ ملا سردار ۶۔ ملا سیف الدین اخوند (۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء) ۷۔ علی رضا خاں

۸۔ شیخ عین الدین عظیم آبادی ۹۔ میاں محمد قاسم لشکری ۱۰۔ محمد خان

۱۱۔ غلام نبی ۱۲۔ قاضی احمد اللہ (۱۱۹۷ھ/۱۸۸۳ء) ۱۳۔ مولوی دلیل اللہ ۱۴۔ خواجہ عبداللہ

قاضی صاحب کے یہ تلامذہ ہیں۔ جنہیں حضرت مظہر نے آپکی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ پانی پت میں بھی ان کا ایک حلقہ تھا۔ جس کے متعلق خود وہ صراحت کرتے ہیں۔ کہ اس میں ہر روز تقریباً چوالیس آدمی توجہ لیا کرتے تھے۔

شمائل وعادات:

قاضی صاحب ایک متدین اور ثقہ عالم دین تھے۔ وہ اس طبقہ علماء کے بہترین نمائندے تھے۔ جو اقلیم علم کے ساتھ ساتھ دنیا سے عمل وعرفان میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان کی راتیں یاد الہیٰ سے معمور تھیں۔ اور دن ذکر الہیٰ سے، علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت اور لوگوں کو انصاف مہیا کرنیکی کوششوں میں صرف ہوتے تھے۔ بلاشبہ ان کی زندگی کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ان کی شخصیت علم و عمل کا ایک بہترین نمونہ اور جلال وکمال کا حسن امتزاج تھی۔ ان کے اخلاق کریمانہ کے چند پہلو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ امتثال سنت نبوی:

قاضی صاحب نقشبندی مجددی بزرگوں کی طرح سنت کے شیدائی تھے۔ وہ زندگی کے ہر معاملے میں سنت پر عمل پیرا رہے اور دوسروں کو بھی اسکی تاکید کی۔

۲۔ دیانت وتقویٰ:

ان کے نزدیک تقویٰ ایک عالم دین کی بنیادی اوصاف میں سے ہے۔ اگر کسی عالم دین کا دامن تقوے کی صفت سے عاری ہو تو آپ کے نزدیک اسکا تمام علم بے فائدہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

”روز قیامت سوائے دین وتقویٰ کے کچھ کام نہ آئے گا۔ اور نام ونسب (۲۴) کو کوئی نہ پوچھے گا “

۳۔ زہدوعبادت:

قاضی صاحب کی عبادت کے بارے میں شاہ غلام علی دہلوی فرماتے ہیں۔ ”اپنے اوقات کو اطاعت وعبادت سے معمور رکھتے ہیں، سو نماز رکعت وظیفے کے طور پر مقرر ہے۔ ایک منزل قرآن روزانہ کا معمول (۲۵) ہے۔ بکثرت روزے رکھنا بھی آپ کا معمول تھا۔

۴۔ خوش اخلاق ونیک طینتی:

قدرت نے ان کو علوم ظاہری وباطنی بھی عطا کیے تھے۔ اور اخلاق حسنہ کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ سید نعیم اللہ بہڑائچی لکھتے ہیں۔

”فی الجملہ مجموعہ کمالات حضرت مولانا محمد ثناء اللہ پانی پتی ہیں موصوف اخلاق حمیدہ، مکارم پسندیدہ، امانت، دیانت، صلاح وتقویٰ، خوش خلقی، پاک طینتی سے متصف اور مخلوق خدا کی ضروریات پوری کرنے میں منہمک رہتے ہیں۔ (۲۶)

۵۔ مہمان نوازی:

قاضی صاحب کے اوصاف حمیدہ میں مہمان نوازی کا وصف بھی قابل ذکر ہے۔ ان کے ہاں پانی پتی میں اکثر مہمانوں کی آمد ورفت جاری رہتی تھی۔ جس میں ان کے استاد مربی حضرت مظہر سے لے کر عام عقیدت مندوں اور طالبان علم تک سبھی قسم کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ ان لوگوں کی خدمت کر کے وہ بے حد راحت محسوس کرتے تھے۔

جذبہ فرض شناسی:

فرض شناسی کا جذبہ قاضی صاحب کے نزدیک تقوے کا حصہ تھا۔ (۲۷) ان کی زندگی فرض شناسی کی بہترین مثال ہے۔ وہ نہایت پر خطر زمانے میں نصف صدی سے زیادہ عرصے تک منصب قضا پر فائز رہے۔ اس دوران اس علاقے کو بہت سے بحرانوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اور اسے ابدالی، مرھٹوں، روہیلوں، سکھوں اور بعض دوسری اقوام نے تخت وتاراج کا نشانہ بنایا، ان کے حملوں نے پانی پتی اور ضلع کرنال کے کئی دیہات ویران کر دیے۔ مگر ان سب حالات کے باوجود قاضی صاحب اپنے اس علاقے میں رہے۔ اور کبھی اپنے فرض شناسی میں فرق نہ آنے دیا۔

منصب قضا کے علاوہ مسلمانوں کے رہنما کی حیثیت سے بھی فرائض سر انجام دیتے رہے۔ ان کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں مسلم امہ کے تنزل و انحطاط کا راز تک معلوم تھا۔ ان کے نزدیک اس کا اصل سبب قرآن و حدیث سے مسلم امہ کا بعد تھا۔ اس لیے انہوں نے تفسیر قرآن، تصوف، فقہ، اصول فقہ، کلام اور علم حدیث وغیرہ کے موضوعات پر تصانیف لکھ کر تاریخی کارنامہ سر انجام دیا۔ اس سے ان کے فرض شناسی اور ملی جذبے کا اندازہ ہوتا ہے۔

سانحہ ارتحال:

بالآخر وہ ساعت اور وہ لمحہ آہی پہنچا جس کے لیے یہ تمام تیاریاں کی گئی تھیں اور جو اپنے وقت سے ایک گھڑی پہلے آتا ہے۔ اور نہ پیچھے، تاریخ کا یہ اہم واقعہ یکم رجب ۱۲۲۵ھ (۱۲ اگست ۱۸۱۹ء) کو پیش آیا کہ آپ اپنے وطن مالوف پانی پت میں ایک دنیا کو روتا چھوڑ کر دار فانی سے باقی کو کوچ کر گئے۔ (۲۸)

مدفن قاضی محمد ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی صاحب کے جسد خاکی کو ان کے جد امجد شیخ مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء عثمانی (م ۶۶۳ھ / ۱۲۶۴ء) کے مزار کے احاطے کے باہر مغربی جانب ایک علیحدہ چار دیواری میں دفن کیا گیا۔

قیام پاکستان کے وقت ان کے مزار کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مگر ترکوں کے وفد نے بعد ازاں حکومت ہند کی اجازت سے اس مزار کی مرمت کروادی۔ (۲۹)

صاحب تفسیر مظہری کا علمی مقام اور خدمات

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی کو اپنے معاصرین پر جو خصوصی امتیاز اور تفوق حاصل تھا۔ اس کی وجہ ان کا خاندانی پس منظر ان کی سرکاری حیثیت (منصب قضاء) نہ تھی بلکہ اس کے پیچھے علم وفضل اور فکر و عرفان کی ایک پر شکوہ اور مستحکم عمارت تھی یہ دولت علم و فقر انہوں نے کیسے حاصل کی اور وہ علم و فقر کی اس بلندی تک کیسے پہنچے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا ٹھیک سے جواب دینا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔

حصول تعلیم اور اساتذہ کرام

کتب سوانح میں کسی جگہ ایسی کوئی صراحت نہیں ملتی جس سے پتہ چل سکے کہ انہوں نے عمر کے کس سال اور کس تاریخ سے اپنے علمی سفر کا آغاز کیا البتہ عموماً سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ

"قاضی صاحب نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا"۔ (۳۰)

قاضی صاحب نے اپنی ابتدائی زندگی میں نہ صرف قرآن مجید حفظ کیا بلکہ اس کی قراءت عشرہ کی بھی تکمیل فرمائی۔ تفسیر مظہری کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن میں ایسی مہارت تامہ بہم پہنچائی تھی کہ اس موضوع پر شاید کوئی تفسیر "تفسیر مظہری" کا معارضہ کر سکے۔ قاضی محمد ثناء اللہ نے سات سال کی عمر سے لے کر سولہ یا اٹھارہ برس کی عمر تک تقریباً نو یا گیارہ سال تحصیل علوم میں صرف کیے غیر معمولی قوت حافظہ نیز طلب علم کے ذوق و شوق کے باوجود تحصیل علم کا یہ دور غیر معمولی طویل ہے جو ان کے طویل "نصاب تعلیم" کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

قاضی صاحب کے زمانے میں ہمیں دو نصاب ہائے تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔ ایک وہ نصاب تعلیم ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب دیا ہے۔ اور دوسرا ملا نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ نصاب تعلیم ہے۔ مگر قاضی صاحب کی تصانیف اور دیگر علمی کارناموں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے وسیع پیمانے پر علوم کا مطالعہ کیا تھا اور ان میں بہت درک حاصل کیا تھا۔

حصول فیض باطنی

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ قاضی صاحب نے سولہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں علوم دینیہ سے فراغت پاکر مرزا مظہر جان جاناں کے در دولت پر حاضری دی اور اکتساب فیض کیا مگر محققین کا کہنا ہے کہ حضرت مظہر جان جاناں شہید قاضی صاحب کی "تربیت باطنی" ہی کا نہیں بلکہ ان کی ظاہری تعلیم کی تکمیل کا بھی اہم ترین ذریعے تھے اس لیے تکمیل تعلیم اور اکتساب طریقت دونوں معاملات میں ان کی ذات گرامی اہمیت رکھتی ہے۔

وہ خود فرماتے ہیں:

"یہ احقر پیری مریدی کے علاوہ بچپن سے ہی چونکہ آپ (مرزا مظہر) سے تربیت (پرورش) یافتہ ہے لہذا اس وقت سے باپ، دادا اور استاد و مربی آپ ہی کی ذات کو سمجھتا ہے"۔(۳۱)

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیر و مرشد ہونے کے علاوہ علوم ظاہری میں بھی استاد و مربی اور معلم و رہنما تھے۔ حضرت قاضی محمد ثناء اللہ نے اپنے روحانی سفر کا آغاز حضرت شیخ سنامی رحمۃ اللہ علیہ سے شروع کیا جو آپ کے دادا قاضی ہدایت اللہ کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے اسی بناء پر انہوں نے قاضی صاحب کے والد قاضی محمد حبیب اللہ کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تھی۔

قاضی صاحب خود لکھتے ہیں:

"شیخ سنامی کی توجہ کی برکت سے خدا طلبی کا ایسا ذوق پیدا ہوا جو ہمارے پورے دل پر چھا گیا"۔(۳۲)

قاضی صاحب کی تصریحات کے مطابق وہ شیخ سنامی کی وفات تک بدستور ان کی خدمت میں حاضری دیتے اور استفادہ کرتے رہے چنانچہ ایک جگہ قاضی صاحب لکھتے ہیں:

"ملازمت اور بادشاہ کی جانب سے عطاء شدہ منصب پر جو میرے نانا نواب لطف اللہ خاں صادق کی وساطت سے حاصل ہوا۔ فائز ہو جانے کی بناء پر ان دنوں اکثر قیام دہلی میں ہی رہتا تھا اس دوران میں میں شیخ (سنامی) سے مستفید اور مستفیض ہوتا تا آنکہ میں ولایت صغری کے مقام پر پہنچ گیا"۔(۳۳)

دوسری بڑی روحانی شخصیت جن سے قاضی صاحب نے حصول فیض باطنی کیا وہ حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۱ یا ۱۱۱۳ھ تا ۱۱۹۵ھ) ہیں۔ یوں تو قاضی صاحب کی زندگی میں مختلف لوگوں سے تعلق اور ربط خاطر رہا اس فہرست میں ماں باپ بھی شامل ہیں اور بیوی بچے اور دوست احباب بھی مگر ان میں سے جو ایک تعلق ایسا بھی ہے جو ان سب تعلقات سے ممتاز نمایاں اور زیادہ طویل ہے یہ ان کا حضرت مظہر شہید سے قائم ہونے والا تعلق ہے۔ قاضی صاحب کو حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی سے دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے فیض باطنی جس کی ابتداء شیخ سنامی کے ہاں ولایت صغری تک کے مقامات طے کر لیے تھے اور اب بقیہ مقامات یعنی ولایت کبریٰ یا سیر فی اللہ کی تکمیل ابھی کرنا تھی علاوہ ازیں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے علاوہ دیگر سلاسل ثلاثہ بھی ابھی سیکھنا باقی تھے چنانچہ ان جملہ مراحل سلوک کی تکمیل حضرت مظہر رحمۃ اللہ کی نگرانی میں ہوئی۔

درس و تدریس

قاضی صاحب نے علوم ظاہری اور علوم باطنی کی تحصیل سے فراغت پاتے ہی ان علوم کے فروغ کا آغاز کر دیا۔ قاضی صاحب کے سوانح نگاروں میں سے نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

تمام عمر ظاہری اور باطنی علوم کے فیضان کو آگے بڑھانے، اشاعت علوم فصل خصومات (مقدمات کے تصفیے)، افتائے سوالات اور حل مشکلات میں مصروف رہے"۔(۳۴)

سید نعیم اللہ بہڑائچی کا بیان ہے۔

"فی الجملہ جامع الکلمات، حضرت مولانااللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ امانت و دیانت، اصلاح و تقویٰ، خوش خلقی، نیک طینتی، عوام کی مشکلات کے حل، بے مثال تواضع، اطاعت وعبادت، ریاضت تدریس طلبہ فیض باطنی مطالعہ ومباحثہ دینیہ اور کتابوں کی تصنیف میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں"۔(۳۵)

قاضی کی حیثیت سے خدمات

قاضی صاحب کی حیات مبارکہ کا ایک نہایت اہم کارنامہ بطور قاضی اپنے فرائض منصبی کی بجاآوری ہے جس کی بناء پر ان کو اپنے عہد میں ایک ممتاز علمی فکری اور معاشرتی حیثیت حاصل رہی۔ قاضی صاحب کے بارے میں بجاطور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہدہ قضاء ان کو وراثت میں ملا تھا اور ان کے خاندان کے کم و بیش تین بزرگ (یعنی دادا قاضی ہدایت اللہ، والد قاضی حبیب اللہ، بڑے بھائی قاضی فضل اللہ) اس عہدے پر تعینات رہ چکے تھے اس اعتبار سے اس عہدے کو ان کے خاندان میں ایک وارثت کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ اور پانی پت کے اس محلے کانام بھی اس بناءپر ''محلہ قاضیاں'' مشہور ہوگیا تھا۔ جہاں یہ مردم خیز خاندان رہائش پذیر تھا۔ اور آپ کا قاضی کی حیثیت سے مختلف علاقوں میں تقرر کیا گیاپہلے دہلی پھرپانی پت، بڈھانہ اور پھر دیگر علاقوں میں فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔

قضااور اس کے حدود واختیارات

قضاء کے لفظی معنی فیصلہ کرنے کے ہیں اس سے سلطنت اسلامیہ کاوہ شعبہ مراد ہے جس کی مدد سے اسلامی حکومت اپنی رعایا کو امن و انصاف مہیاکرتی ہے۔ اس لیے ہر اسلامی حکومت کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مقبوضہ علاقوں میں امن وامان کے قیام اور عدل وانصاف مہیاکرنے کے لیے عادل ومنصف قاضیوں کا تقرر کرے چنانچہ اسلام کی ابتداءہی سے تقاضے کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

عہدہ قضاء کے اختیارات کے حوالے سے قاضی کے سوانح نگاروں نے لکھاہے کہ آپ کو نہ صرف قضاء بلکہ دیوانی، فوجداری اور محصل (کلیکٹر) کے اختیارات بھی حاصل تھے۔

عام طور پر قاضی مقدمات کی سماعت اکیلے ہی کیا کرتے تھے تاہم بعض اوقات کسی دوسرے قاضی کے ساتھ مل کر ''ڈویژن بنچ'' کی صورت میں مقدمات کی سماعت کرتے تھے اس قسم کے ایک واقعے کا ذکر حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں ملتاہے جہاں یہ مذکور ہے کہ قرض کے ایک مقدمے کی سماعت قاضی ثناءاللہ اوران کے فرزند اکبر قاضی احمد اللہ دونوں نے مل کر کی تھی اور دونوں نے مشترکہ طور پر اس کا فیصلہ صادر کیا تھااس سے یہ قیاس کیاجاسکتاہے کہ اس مقدمے کی سماعت انہوں نے ڈویژن بنچ کی صورت میں کی ہوگی۔

مصلحت دینی کا مصلحت دینوی پر تقدم

قاضی ثناءاللہ صاحب کے دور قضا کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ دینی تقاضوں کو دینوی امنگوں اور دنیوی خواہشوں سے مقدم رکھا۔ کسی موقع پر بھی طمع و آرزو میں مبتلا نہیں ہوئے۔ اسی بناء پر وصیت نامہ میں اپنے اہل خانہ کو تاکید فرماتے ہیں۔

"یہ (یعنی علاقے میں میری عزت و حرمت) اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص دینی مصلحت کو دنیوی مصلحت پر مقدم رکھتاہے۔ دنیا بھی اس سے برگشتہ نہیں ہوتی پس میری اولاد میں سے اگر کوئی شخص قضاء کی دنیامیں قدم رکھے تو اسے چاہیے کہ اس منصب کے ذریعے ناحق طمع و لالچ نہ کرے"۔(۳۶)

چنانچہ نصف صدی پر محیط اس عرصہ قضاء میں انہوں نے ہزاروں فیصلے تحریر کیے سینکڑوں مقدمات کے فیصلے سنائے مگر مخالفین ان کے کسی فیصلے پر بھی انگشت نمائی نہ کرسکے ان کی سیرت و کردار کا یہ پہلو ان کی مجتہدانہ بصیرت اور بزرگانہ مستقل مزاجی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تصانیف و تحقیق

قاضی محمد ثناء اللہ صاحب نے پینتالیس (۴۵) کے قریب کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں تفسیر مظہری جیسی مبسوط تصنیف سے لے کر متعدد چھوٹے چھوٹے علمی رسائل شامل ہیں۔ اس اعتبار سے ان کا شمار بسیار نویس مصنفین میں ہوتا ہے۔ جنھوں نے بیک وقت کئی علمی موضوعات پر قلم اٹھایا اور داد تحقیق دی قاضی صاحب کی ہر کتاب نہایت علمی و مذہبی مقام کی حامل ہے کوئی کتاب یا رسالہ بھی محض مصنف بننے کے شوق میں نہیں لکھا گیا۔

قاضی صاحب خود ایک علمی خاندان کے رکن اور بہت خلاق ذہن کے مالک تھے۔ پھر اس معاشرے میں ہر نوع کی اخلاقی و اعتقادی گمراہیاں موجود تھیں، جنہیں دیکھ کر قاضی صاحب جیسا حق گو اور صاحب قلم عالم خاموش نہیں رہ سکتا تھا پھر معاشرہ ان کی آواز پر گوش بر آواز بھی تھا اس بناء پر ان کو زندگی میں ایک خاص ادب و احترام کا مقام حاصل ہو گیا تھا۔ ان کے تمام معاصرین ان کی یکساں طریقے پر قدر دانی کرتے تھے شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس وقت دہلی کی علمی زندگی کے روح رواں تھے قاضی صاحب کو "بیہقی وقت" کا اور مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے "علم الہدیٰ" کا لقب دیا تھا۔

☆علم تفسیر میں آپ کی مایہ ناز تفسیر مظہری ہے

☆علم حدیث میں آپ نے تین کتب تصنیف فرمائی ہیں:

۱۔ حلیہ شریفہ (باترجمہ شمائل ترمذی)

۲۔ رسالہ چہل حدیث مع شرح وبیان

۳۔ حدیث مظہری

☆فقہ اور اصول فقہ پر آپ نے دس کتب تصنیف فرمائیں ہیں:

جن میں مشہور درجہ ذیل ہیں۔

مالا بد منہ (مطبوعہ)

فتاویٰ مظہری (مخطوط)

رسالہ فقہ در مذاہب اربعہ (مخطوط)

☆علم کلام وعقائد پر آپ کی چھ کتب ہیں۔

جن میں مشہور درجہ ذیل ہیں۔

السیف المسلول (مطبوعہ) رسالہ در رد متعہ (مطبوعہ)

رسالہ وسیلہ النجات (قلمی) رسالہ در رد روافض (مخطوط)

☆علم تصوف پر بھی آپ کی نصف درجن سے زائد کتب ہیں:

جن میں مشہور درجہ ذیل ہیں۔

ارشاد الطالبین (مطبوعہ) ازالۃ العنو فی مسئلہ السماع ووحدۃ الوجود (مطبوعہ)

☆علم البحث والمناظرہ پر احقاق حق در رد اعتراضات شیخ عبد الحق بر کلام مجدد الف ثانی (مخطوط)

رسالہ دیگر در رد اعترضات بر کلام امام ربانی (مخطوط)

آس کے علاوہ سیر و تذکرہ و تلخیص و ترجمہ اور دیگر موضوعات پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں ہیں۔)۳۷(

صاحب تفسیر مظہری کے بارے میں مستند علماء کی آرائیں

"حضرت مرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قاضی صاحب کو خصوصی مقام حاصل تھا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ وہ آپ کو "علم الهدی" (علم ہدایت) کے لقب سے پکارتے تھے "۔(۳۸)

جس کا مفہوم یہ تھا کہ حضرت مظہر کے نزدیک قاضی صاحب نہ صرف یہ کہ بذات خود صحیح راستے پر تھے بلکہ انہیں دیکھ کر راستے کا تعین بھی کیا جاسکتا تھا۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی صاحب کو بیہقی وقت کا لقب دیا ہے۔

حوالہ جات

۱ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (اعظم گڑھ)، ص ۴۴۷-۴۴۸، ج ۲۳، عدد ۶
۲ بہڑائچی، مولوی سید محمد نعیم اللہ، معمولات مظہریہ، ص ۱۲۹
۳ غلام مصطفی، ڈاکٹر غلام مصطفی خان، لواح خانقاہ مظہریہ، حیدر آباد، ص ۳۷،م ۱
۴ ذکر شاہ اعلی پانی پت، ص ۲۳۲، مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ، س ۱۰۳۶ تا ۱۰۵۵ھ
۵ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، وصیت نامہ در کلمات طیبات، ص ۱۵۵، مطبوعہ مجتبائی دہلی
۶ پانی پتی، قاری محمد ابو محی الاسلام عثمانی، تعارف تفسیر مظہری، ص ۲، ق
۷ قریشی، عبد الزاق، مکاتیب مرزا مظہر، ص ۱۴۲
۸ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، کلمات طیبات، ص ۶۷،م ۶۱، مطبوعہ مجتبائی دہلی
۹ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، کلمات طیبات، ص ۳۴م ۲۵، مطبوعہ مجتبائی دہلی
۱۰ قریشی، عبد الزاق، مکاتیب مرزا مظہر، ص ۱۲۲م ۱۵
۱۱ قریشی، عبد الزاق، مکاتیب مرزا مظہر، ص ۱۹۵م ۱۳۵، ص ۱۹۱م ۱۳۲
۱۲ دہلوی، شاہ غلام علی، مقامات مظہری ص ۷۹
۱۳ دہلوی، شاہ غلام علی، مقامات مظہری، ص ۷۹
۱۴ پانی پتی، قاری محمد ابو محی الاسلام عثمانی، تعارف تفسیر مظہری، ص ۱۳
۱۵ قریشی، عبد الزاق، مکاتیب مرزا مظہر، ص ۱۲۲
۱۶ عارف، ڈاکٹر محمود الحسن، تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ ص ۱۳، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲ کلب روڈ لاہور، ط ۱، س ۱۹۹۵ء
۱۷ قریشی، عبد الزاق، مکاتیب مرزا مظہر، ص ۱۹۵م ۱۳۵
۱۸ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، بشارات مظہریہ، ق، مخطوطہ، مخزونہ برٹش میوزیم، مائیکرو فلم، ص ۱۴۹
۱۹ قریشی، عبد الزاق، مکاتیب مرزا مظہر، ص ۳۸م ۳۷
۲۰ دہلوی، شاہ غلام علی، مقامات مظہری، ص ۷۸
۲۱ دہلوی، شاہ غلام علی، مقامات مظہری، ص ۷۸
۲۲ محی الاسلام، ابو محمد محی الاسلام، تعارف تفسیر مظہری، ص ۱۳، ق

۲۳ قریشی، عبدالزاق، مکاتیب مرزامظہر، ص ۱۹۰م ۱۳
۲۴ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، کلمات طیبات، ص ۱۵۵
۲۵ دہلوی، شاہ غلام علی، مقامات مظہری، ص ۷۷
۲۶ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، بشارات مظہریہ، ق، مخزونہ برٹش میوزیم، مائیکروفلم،، ص ۱۲۸، (بحوالہ تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی از ڈاکٹر محمود الحسن عارف)
۲۷ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، کلمات طیبات، ص ۱۵۵، مطبوعہ مجتبائی دہلی
۲۸ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، کلمات طیبات، ص ۲۱۲، مطبوعہ مجتبائی دہلی
۲۹ مکتوب ڈاکٹر غلام مصطفی خان سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی بنام ڈاکٹر محمود الحسن عارف (بحوالہ تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی از ڈاکٹر محمود الحسن عارف)
۳۰ علی، رحمن علی، تذکرہ علماء ہند ص ۱۴۴
۳۱ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، بشارات مظہریہ، ق، مخزونہ برٹش میوزیم، مائیکروفلم،، ص ۱۶۱ ب (بحوالہ تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی از ڈاکٹر محمود الحسن عارف)
۳۲ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، بشارات مظہریہ، ق، مخزونہ برٹش میوزیم، مائیکروفلم، ص ۱۴۷، ا، ب (بحوالہ تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی از ڈاکٹر محمود الحسن عارف)
۳۳ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، بشارات مظہریہ، ق، مخزونہ برٹش میوزیم، مائیکروفلم، ص ۱۴۹، ا (بحوالہ تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی از ڈاکٹر محمود الحسن عارف
۳۴ بھوپالی، قنوجی،، نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء، ص ۲۴۱
۳۵ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، بشارات مظہریہ، ق، مخزونہ برٹش میوزیم، مائیکروفلم، ص ۱۴۸ (بحوالہ تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی از ڈاکٹر محمود الحسن عارف)
۳۶ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، وصیت نامہ در کلمات طیبات، ص ۱۵۶، مطبوعہ مجتبائی دہلی
۳۷ ماخوذ از تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی از ڈاکٹر محمود الحسن عارف، ص ۲۰۴، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲ کلب روڈ لاہور، ط ۱، س ۱۹۹۵ء
۳۸ لکھنوی، عبدالحئ، نزہۃ الخواطر ۱۱۲:۷